# حقیقت روزہ

مولانا راشد وحید قاسمی، کان پور

روزہ کے لئے عربی زبان میں ''صوم'' کا لفظ آیا ہے، صوم کے معنی ہیں رکنا۔ خاموشی کو صوم کہا جاتا ہے اس لئے کہ خاموش رہنے والا خود کو بولنے سے روکتا ہے۔ ہوا کے بند ہونے کو بھی صوم کہتے ہیں اس لئے کہ وہ چلنے سے رکی ہوئی ہوتی ہے وہ گھوڑا جس کا دانہ پانی بند کر کے ایک جگہ باندھ دیا جاتا ہے اسے الخیل الصائم کہتے ہیں۔ لفظی اعتبار سے صوم کے معنی ہیں کھانے پینے، چلنے پھرنے اور بات کرنے سے رکنا۔

دینی اصطلاح میں صوم کہتے ہیں صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک روزہ کی نیت سے آدمی کا کھانے پینے اور جائز جنسی تعلقات سے رکنا۔ اور کمال روزہ یہ ہے کہ روزہ دار خود کو مادّی چیزوں کے ساتھ ان معنوی چیزوں سے بھی روکے رکھے جو اسلام میں ممنوع ہیں۔۔ جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ۔مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِی اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ'(بخاری کتاب الصوم ۱۹۰۳)

## روزہ کا مقصد

انسان اپنی اصل کے لحاظ سے ایک ذہنی اور روحانی وجود ہے، حکمت امتحان کی غرض سے اسے مادّی جسم کے غلاف میں رکھا گیا ہے، کھانا پینا اور دیگر بشری تقاضے مادّی پہلو کا ظاہرہ ہیں۔ نفس کی ترغیبات اسی مادّی پہلو سے پیدا ہوتی ہیں اور شیطان اسی مادّی پہلو کو اپنا معمول بنا کر انسان کو گمراہ کرتا ہے روزہ کا مقصد ہے کہ انسانی وجود کا مادّی پہلو کمزور رہو اور اس کا روحانی پہلو طاقتور ہو، (لعلکم تتقون ای تضعفون' قرطبی) تا کہ انسان نفس اور شیطان کا معمول بننے سے محفوظ رہ سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ وِجَاءٌ'' (بخاری ۱/۲۵۵) روزہ ڈھال ہے اور شہوت کو توڑنے کا ذریعہ ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: آدمی جب کھانے میں کمی کرتا ہے تو شہوت کمزور ہوتی ہے اور جب شہوت کمزور ہوتی ہے تو گناہ بھی کم ہو جاتے ہیں۔ خواہش نفس ایک مشترک انسانی جذبہ ہے جس کی تعدیل کے لئے جس طرح امت مسلمہ پر روزے فرض کئے گئے اسی طرح پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے۔ (کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ)

## روزہ قربِ الٰہی کا ذریعہ

روزہ دار جب روزہ رکھتا ہے تو یہ کوئی سادہ واقعہ نہیں ہوتا، بلکہ براہ راست جسمانی خواہشات سے جنگ کا واقعہ ہوتا ہے، جسمانی تقاضے بار بار اس کو خواہشات کی تکمیل پر ابھارتے ہیں۔ اور روزہ دار ہر بار ان کو جھڑک کر مقررہ منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے، صبح سے شام تک کا روزہ دارانہ سفر دراصل عالم مادّی سے عالم روحانی کی طرف سفر ہوتا ہے، روزہ دار جس حد تک خواہشات نفس اور علائق دنیا سے دور ہو جاتا ہے۔ وہ عالم حقائق سے اسی حد تک قریب ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام تک جا پہونچتا ہے جہاں حقائق کو وہ بے پردہ دیکھ سکے، انبیاء کا رابطہ عالم حقیقت سے براہ راست اور یقینی ہوتا ہے اور غیر نبی کا ربط بالواسطہ اور ظنّی۔

قرآن کے بیان کے مطابق اللہ رب العزت نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت دینے کا فیصلہ فرمایا۔ تو انسانی آبادی سے کٹ کر کوہ طور پر چالیس دن تک روزہ رکھ کر عبادت کرنے کا حکم دیا، چالیس روزوں کی تکمیل کے بعد اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو شرف ہم کلامی سے سرفراز کیا، وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ'(اعراف ۱۴۳)

اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے ہفتوں کے لئے مکّہ کی آبادی سے دور غار حرا کے ویرانے میں جا کر روزہ رکھتے اور عبادت کرتے تھے، یہاں تک کہ رمضان کے مہینہ میں اللہ کے فرشتہ حضرت جبرئیلؑ تشریف خدا کی طرف سے پیغمبریؐ کی بشارت دی۔

سلسہ نبوت کے بقا کے دوران جس طرح روزہ مطلوب تھا اسی طرح نبوت کے خاتمہ کے بعد بھی روزہ مطلوب ہے، وہ روزہ دار کے لئے خدا سے قرب کا یقین ذریعہ ہے، روزہ سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے، اعضاء وجوارح میں خشوع پیدا ہوتا ہے، دل میں عاجزی کی کیفیت بڑھتی ہے۔ (وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ ) روزہ دار دنیا کی کشش اور مادّی لذّات سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں بندے کا خدا سے اتصال ممکن ہوتا ہے۔

## روزہ دائمی عمل

روزہ اہل ایمان پر اگرچہ رمضان کے مہینے کے فرض ہیں۔(اَيَّامًا مَعْدُوْدَاتٍ)

جو گنتی کے لحاظ سے متعین اور مقرر دن ہیں، مگر اپنی روح کے لحاظ سے وہ ہر آن اور ہر لمحہ فرض ہیں۔ اس لئے کہ روزہ ظاہری اعتبار سے کھانے پینے اور جائز جنسی تعلقات سے رکنے کا نام ہے مگر معنوی اعتبار سے وہ انسان کی صابرانہ تربیت ہے، جس کے بعد آدمی کے اندر ہر اُس چیز سے رکنے کا ذوق پیدا ہو جائے جو اُس کی روحانیت کو غارت کرنے والی ہے۔ اُس چیز کا تعلق مادیات سے ہو یا معنویات سے۔

سال میں ایک مہینہ تک خالص حلال چیزوں سے رکنے کا خدائی حکم کھلا ہوا اشارہ ہے کہ سال کے باقی مہینوں میں حرام کا ارتکاب جائز نہیں ہو سکتا، روزہ کی حالت میں بشری تقاضہ کی تکمیل روزہ کو فاسد کرنے والی ہے، اسی طرح پورے سال حرام کا ارتکاب دین کو تباہ کرنے والا ہے۔

## قرآن اور رمضان

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (بقرہ۱۸۵)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان اور قرآن میں نہایت گہرا تعلق ہے، قرآن کی تین صفات بیان کی گئی ہیں (۱) هُــدیٰ یعنی صراط مستقیم کی رہنمائی کرنے والا، (۲) بَیِّـنٰتْ یعنی حلال وحرام کو واضح طور پر بیان کرنے والا (۳) الفرقان حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا۔ مگر قرآن کا حقیقی فیض صرف انہیں لوگوں کو پہونچتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ (هدی للمتقین) روزہ اسی مطلوبہ استعداد کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہے (لعلکم تتقون) جس طرح فصل کی پیداوار کے لئے پہلے زمین کو زرخیز بنایا جاتا ہے اس کے بعد اس میں بیج ڈالا جاتا ہے۔ بنجر زمین میں ڈالا گیا بیج ضائع ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کا دل زمین کی طرح ہے اور قرآن بیج ہے۔ روزہ کے ذریعہ دل کی زمین زرخیز ہوتی ہے۔ اس کے بعد قرآن تلاوت کرنے والے کے حق میں ہدایت وفرقان بنتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ لَكُمْ صَوْمَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر رمضان کے روزے فرض کئے اور میں نے قیام رمضان کو مسنون کیا۔ دن میں روزہ اور رات میں تراویح میں قرآن کے معمول کا مقصد یہی ہے کہ انسان کے اندر روزے کے ذریعہ قبولیت کی صلاحیت پیدا ہو اور قرآن کے ذریعہ ہدایت وفرقان نصیب ہو۔

قرآن کی ذکر کردہ صفات بتاتی ہیں کہ قرآن کا حقیقی فیض صرف ان لوگوں کو پہونچ سکتا ہے جو قرآن کو اس طرح پڑھیں کہ اس کے تذکیری بیانات، حلال وحرام کے احکام اور حکمت کے مضامین کو سمجھ رہے ہوں۔ اور قرآن کی برکات سے استفادے کی کم از کم شرط یہ ہے کہ پڑھنے والے تمام حروف وحرکات کی ادائیگی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور سننے والے ذوق وشوق کے ساتھ سنیں۔ مروّجہ تلاوت قرآن، جہاں تمام تر توجہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ سورتیں پوری کرنے پر مرکوز رہتی ہے، اس سے نہ صرف یہ کہ پڑھنے اور سننے والے قرآن کے فیض وبرکات سے محروم رہتے ہیں بلکہ شدید اندیشہ ہے کہ قرآن ان کے خلاف آخرت میں اپنی حق تلفی کا دعویٰ لے کر کھڑا ہو جائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''رُبَّ قَارِئٍ يَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهٗ''

بہت سے قرآن پڑھنے والے اس طرح قرآن پڑھتے ہیں کہ قرآن ان کے لئے بددعا کرتا ہے۔

## روزہ اور اعتکاف

روزہ کی ابتداء یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دنیوی ماحول میں رہتے ہوئے داخلی سطح پر لذات دنیوی اور گردوپیش سے کٹ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے، اور روزہ کی انتہا یہ ہے کہ اپنا گھر اور کاروبار اور دوست واحباب سے کنارہ کش ہو کر مسجد کے خدائی ماحول کو اختیار کرلے، ظاہری اور باطنی دونوں سطح پر یاد الٰہی کے لئے یکسو ہو جائے، گھر کے ماحول میں جن بشری تقاضوں کو پورا کرنے کی رات میں اجازت تھی، ان کو کامل طور پر ترک کر کے گویا رات کا روزہ بھی اختیار کرلے، اس کو دینی اصطلاح میں اعتکاف کہا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آخری دس تاریخوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے ایک سال آپ نے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا تو آئندہ سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا (ترمذی ابواب الصوم الرقم ۷۱۹)

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کے صحابہؓ کا بھی رمضان میں اعتکاف کا عام معمول تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کی عبادت اسلام میں اہم ترین عبادت ہے، جس کا کوئی دوسری عبادت بدل نہیں بن سکتی۔ اگر کوئی دوسری عبادت بدل بن سکتی تو رسول اللہ ﷺ ایک سال اعتکاف نہ کر سکنے کی وجہ سے آئندہ سال بیس دن کا

اعتکاف کر کے اس کی قضا نہ کرتے۔

رسول اللہ ﷺ داعی اسلام تھے، اور آپ کا کلیدی منصب دعوت الی اللہ تھا مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے دعوت کی ذمہ داری ادا کرنے کے عذر سے اعتکاف ترک کر دیا ہو۔

جو لوگ رمضان کے آخری عشرہ میں دعوت وتبلیغ کے فضائل سن کر اعتکاف چھوڑ دیتے ہیں اور دعوتی سرگرمیوں کے لئے گھر سے نکل جاتے ہیں اسی طرح اعتکاف کا ارادہ رکھنے والوں کا یہ ذہن بناتے ہیں۔ کہ اعتکاف میں معتکف کی ذات کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور دعوت کا رنبوت ہے۔ اس کے ذریعہ پوری امت کا نفع ہوتا ہے اس لئے اعتکاف چھوڑ و اور دعوت کے راستے میں لگو۔ یہ دین سے ناواقفی کی بات ہے۔ دین وہ ہے جو سنت رسول اللہؐ کے مطابق ہو۔ جو عمل سنت رسول کے خلاف ہوا سے دین نہیں کہا جاسکتا۔ دعوت بلاشبہ ایک مطلوب عمل ہے مگر اسے پورے سال انجام دیا جاسکتا ہے مگر اعتکاف کی عبادت صرف رمضان کے آخری عشرہ میں ادا کی جاسکتی ہے، خاص وقت سے جڑی ہوئی عبادت کو اس عمل کے لئے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا وقت عام ہو۔ دعوت لوگوں کے درمیان ہدایت کو تقسیم کرنے کا عمل ہے اور اعتکاف خدا تعالیٰ سے ہدایت پانے کا عمل ہے، یہ محرومی کی بات ہے کہ انسان پانے کے وقت میں بانٹنا شروع کر دے۔ جو شخص جمع کرنے کے وقت بھی بانٹنے کا کام جاری رکھے وہ نہ صرف یہ کہ اضافی یافت سے محروم رہے گا بلکہ جو کچھ پائے ہوئے ہے اسے بھی کھودے گا۔ دین اعتدال کا نام ہے، اور اعتدال یہ ہے کہ ہر کام اس کے مقررہ وقت پر کیا جائے۔ شریعت میں جس طرح اعمال مطلوب ہیں۔ اسی طرح اوقات کی رعایت بھی مطلوب ہے۔ جو لوگ اوقات کی رعایت کرتے ہوئے مسنون طریقہ پر اعمال کی ادائیگی کرتے ہیں۔ وہ خود بھی ہدایت پاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان سے ہدایت ملتی ہے، اور جو لوگ صرف شخصی رجحان اور ذاتی ذوق کی تسکین کے لئے حدود کی رعایت نہیں کرتے ان کی تمام تر سرگرمیاں صرف ہنگامہ قرار پاتی ہیں۔ وہ بے اصولی کی وجہ سے خود بھی محروم ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی محروم کرتے ہیں۔

اعتکاف کے معنی مخلوق سے کلی انقطاع اور خالق سے کامل وابستگی کے ہیں۔ جو اپنی حقیقت کے لحاظ سے دائمی طور پر مطلوب ہے مگر ظاہری ہیئت کے لحاظ سے سال میں صرف دس دنوں کے لئے اس کا حکم ہے۔ جس کا مقصد ہے کہ دس دن کے مختصر وقت میں اللہ سے کامل تعلق کی لذت پورے سال مومن کے دل میں چٹکیاں لیتی رہے، اور یہ کیفیت جس طرح ایک مومن سے مطلوب ہے اسی طرح دوسرے سے بھی مطلوب ہے، اس میں عمر، مالی حیثیت، دینی وجاہت اور کاروباری مشغولیت کا کوئی فرق نہیں۔ یہ ہدایت اور اعلیٰ روحانیت کا ایک ربانی کورس ہے جس کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔ لیکن موجودہ وقت میں غافل ذہنیت اس کورس کو نعمت سمجھ کر اپنانے کے بجائے اس کو بوجھ سمجھ کر دوسروں کے سر منڈھنے کی کوشش کرتی ہے۔ صاحب وجاہت دین دار اور دنیا دار اس کو خدائی عطیہ خیال کرنے کے بجائے صرف قومی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور بذات خود مسجد میں اعتکاف کر کے روحانی لذت حاصل کرنے کی جگہ اپنی ذمہ داری صرف یہ خیال کرتے ہیں کہ قوم کے کسی ناکارہ شخص کو سمجھا بجھا کر کپڑوں اور عید کے اخراجات کا لالچ دے کر مسجد کے کونے میں بٹھا دیں۔ یہ عمل اعتکاف کی بجا آوری نہیں بلکہ اعتکاف کی کھلی ہوئی ناقدری ہے۔

حیرت کا مقام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس عمل کو تمام تر مشغولیت ترک کے بذات خود کیا ہو، اور اس پر دوام فرمایا ہو، رسول اللہ کے وارثین اور دیندار طبقہ اس کے لئے دوسروں کو آگے کرے۔ اور خود اپنے روز مرّہ کے کاموں میں حسب معمول مشغول رہے۔ یہ ذوق نبویؐ سے بُعد اور ذِکر الٰہی کی لذت کی ناآشنائی کی علامت ہے۔

## روزہ اور امن عام

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

وَاِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّي امْرَءٌ صَائِمٌ (بخاری جلد ا ص ۲۵۵)

جب تم میں کوئی شخص روزہ سے ہو تو جنسی گفتگو (Sexual Conversation) نہ کرے اور شور نہ مچائے اگر کوئی شخص بدزبانی کرے یا لڑائی جھگڑا کرے تو یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا منشا انسانی اخلاق کی اعلیٰ تربیت ہے اور اس کا مقصد انسانی معاشرہ میں امن کا قیام ہے، روزہ اگرچہ شخصی اور انفرادی سطح پر انجام دی جانے والی ایک خاموش عبادت ہے۔ مگر اس کے نتیجہ میں جو چیز تمام انسانوں کو حاصل ہوتی ہے وہ سکون اور امن عام ہے۔ اور سکون وامن وہ خیر اعلیٰ ہے جو ہر قسم کی مادّی اور روحانی ترقیوں کے لئے انسان کی پہلی ضرورت ہے۔ امن وسکون ایک فطری حالت ہے، اس فطری حالت میں خلل پڑنے کا نام فساد ہے، جو چیز انسانی معاشرہ کا امن وسکون چھین کر اسے بدامنی اور فساد سے بدلتی ہے۔ وہ رَفَث اور صَخَب ہے۔ رَفَث سفلی جذبات کا ظاہرہ ہے اور صَخَب آتشیں جذبات کا خارجی اظہار، اور شہوت وغضب کے یہی دو جذبات

انسان کے تمام تر اخلاق کی بنیاد ہیں۔ یہ جذبات قابو میں رہتے ہیں تو معاشرہ کا امن قائم رہتا ہے اور یہ جذبات بے قابو ہوتے ہیں تو معاشرہ فساد سے بھر جاتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ دنیوی زندگی امتحان کی زندگی ہے، دنیا کے مناظر اپنی حقیقت کے اعتبار سے ناقص ہونے کے باوجود اس قدر پرکشش ہیں کہ انسان خواہش نفس پر قابو نہیں رکھ پاتا۔

اسی طرح انسان کو فکر اور عمل کی آزادی دی گئی ہے، ایک کا عمل دوسرے کے مفادات سے ٹکراتا ہے، تو وہ مشتعل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں امن کے بقا کا واحد سبب یہ ہے کہ انسان اپنے سفلی جذبات کو دبا کر رکھے اور ان کو رفث (لفظی اظہار) کی حد تک جانے سے بچائے تاکہ معاشرہ جنسی بحران اور انفرادی و اجتماعی عصمت دری کے حادثات سے محفوظ رہ سکے۔

اسی طرح اگر کسی کا نقطۂ نظر یا عمل دوسرے کے لئے چیلنج بن جائے اور وہ مشتعل ہو کر زبان درازی پر آمادہ ہو جائے، تو پہلا شخص دوسرے کے اس عمل کو سنجیدگی سے لینے کے بجائے اس کی نادانی کے خانے میں ڈال دے۔ وہ اشتعال انگیزی کو فریقِ مخالف کی کمزوری سمجھ کر نظر انداز کرے، اور خود کو جوابی کارروائی سے بچالے۔ تاکہ سب وشتم ایک تنہا آواز بن کر رہ جائے۔ صَخَب (شور) اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک آواز کے مقابلے دوسری آواز بلند ہوتی ہے، اور فساد ہمیشہ صَخَب کے بعد پھیلتا ہے۔ تنہا آواز کیلئے صرف ایک انجام مقدر ہے کہ وہ منہ سے نکلے اور فضا میں گم ہو جائے۔

روزہ اللہ کی نسبت سے عبادت ہے اور انسان کی نسبت سے ایک طرز زندگی۔ جس کا راست فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ہر قسم کے اخلاقی اور سماجی انتشار سے محفوظ رہ کر خدا کی عبادت کا پرسکون موقع حاصل کر لیتا ہے۔ جو اس کا مقصد تخلیق ہے۔ (وما خلقت الجن والا نس اِلالیعبدون) اور اس کے نتیجہ میں انسانی سماج کو جو عظیم تحفہ ملتا ہے۔ وہ ہے امن عام یعنی ہر قسم کی ترقیات کے وسیع ترین مواقع۔

## روزہ کا اجر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا ابن آدم تُضاعَفُ لَه' مِنْ عَشَرةٍ اِلٰى سَبْعَمِأ ضِعْفٍ اِلَّاالصَّوْمُ فَاِ نَّهٗ لِي وَاَنَا اُجْزِيُ بِه، يَدَ عُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ مِنْ اَجَلِي وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ ، وَلِلصَّائِم فَرْحَتَانِ فَرْحَةُ الْاِفْطَارِ وَفَرْحَةُ عِنْدَالْقِيَامَةِ (بخاری: کتاب الصوم ۱۹۰۴ مسلم الصیام ۱۱۵۱)

ہر نیک عمل جسے آدمی کرتا ہے، اس کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے۔ مگر روزہ کا ثواب اس لئے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر میں خود دوں گا آدمی خواہش نفس اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشی ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری قیامت کے دن۔

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا اجر ہر دوسرے عمل کی نسبت بڑھا ہوا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عمل صرف ایک ہوتا ہے مگر روزہ ایک ماسٹر عمل ہے جس میں بہت سے اعمال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً عفت، تواضع، صبر واعراض اور ذکر وفکر وغیرہ روزہ کے ذریعہ پیدا ہونے والے اوصاف کسی حد پر نہیں رکتے بلکہ روزہ دار کے تمام دوسرے اعمال وعبادت کا احاطہ کرنے ان کا رنگ بدل دیتے ہیں۔

پہلے اگر روزہ دار کی عبادتیں اور اعمال سادہ اور بے رنگ اعمال وعبادات تھے۔ روزہ اُن میں خشوع، اخلاص اور اعتدال کا وزن شامل کر دیتا ہے۔ جو کسی عمل کی قبولیت کی واحد شرط ہے۔

یہ خشوع اور انابت آدمی کو صرف روزہ کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔ اِس لئے کہ قرآن کے بیان کے مطابق انسان کی گمراہی کی جڑ مادّی لذات ہیں۔ جو انسان کو دورانِ عبادت بھی اپنی طرف کھینچتی رہتی ہیں۔ روزہ انسان کو مادّی لذات اور پرخوری وشکم شیری سے اوپر اٹھا کر معنوی دنیا میں لے آتا ہے۔ جو حقیقت کی دنیا ہے، جہاں مادّی لذتیں ثانوی درجہ پر پہونچ جاتی ہیں، اور معنوی لذتیں پہلے درجہ پر رہتی ہیں، جہاں عبادت کرنے والا زہد اور استغنا کی مضبوط چٹان پر کھڑا ہوتا ہے، جسے خوشبودار غذاؤں کی لہریں اور پر رونق مناظر کے تھپیڑے ہلا نہیں سکتے۔

ایسی پرفیض عبادت جس کے اثرات انسان کی پوری زندگی تک وسیع ہوں اُسکا کوئی متعین اجر نہیں ہوسکتا۔ اُس کا اَجر اپنے دستِ خاص سے وہی ذات دے سکتی ہے۔ جس کے لئے وہ عبادت انجام دی گئی ہے۔

## روزہ اور پاکدامنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اسْتَطَاعَ الْبَائَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرَجِ وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَاءٌ (بخاری جلد۱ ص۲۵۵)

جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے۔ اس لئے کہ نکاح نگاہ کو پست کرتا ہے اور شرمگاہ کو پاک کرتا ہے، اور جو شخص نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھا کرے اس لئے کہ روزہ شہوت کو کمزور کرتا ہے۔

انسان اپنے جسم کے لحاظ سے ایک حیوانی وجود ہے، قدرت کا اس سے مطالبہ ہے کہ وہ فرشتوں کی طرح پاکدامن رہ کر زندگی گزارے۔ حیوانی خواہش کے رہتے ہوئے فرشتہ صفت بن کر زندگی گزارنا صرف اس قیمت پر ممکن ہے، کہ حیوانی خواہش کی تسکین کا سامان فراہم ہو۔ یا حیوانی جذبہ کمزور ہو جائے۔

اس لئے کہ یہ جذبہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ اگر اس کی تسکین یا علاج کا سامان نہ ہو تو انسان کے پورے وجود پر چھا جاتا ہے، اس کی نظریں آوارہ ہو جاتی ہیں۔ اور جسم بدکاری میں ملوّث ہو جاتا ہے۔

نکاح یا روزہ اسی حیوانی جذبہ کی تعدیل کے دو مختلف حل ہیں، نکاح سے اس جذبہ کو جائز مصرف مل جاتا ہے، جس سے اس کی تسکین ہو جاتی ہے، اور انسان کی طبیعت اعتدال پر آجاتی ہے۔ وہ بدنگاہی اور بدکاری کے جرم سے محفوظ رہتا ہے۔ روزہ سے حیوانی خواہش کا ابھار دب جاتا ہے۔ جو دراصل حیوانی خواہش کا علاج ہے۔ یہ سفلی جذبات کے مقابلے میں انسان کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے۔ روزہ عبادت بھی ہے اور شہوانی جرائم سے حفاظت کا میاب علاج بھی۔ یہ غیر شادی شدہ مردوں، عورتوں اور بیواؤں کی آبرو کا طاقتور محافظ ہے۔ جو اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر نکاح کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ شرط یہ ہے کہ افطار و سحر کو رفع بھوک کا ذریعہ بنایا جائے نہ کہ حصول لذت اور شکم پری و پرخوری کا۔